سورۃ الملک پر ایک نظر

یہ درس حضرت قاضی صاحب مدظلہٗ نے کئی مسجد کوئٹہ کے ایک اجتماع میں ارشاد فرمایا تھا جو اسوقت قلمبند کیا گیا۔ اور اب حضرت قاضی صاحب کے کچھ اضافہ اور نظرثانی کے بعد قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

(عزیزالرحمٰن و غلام علی شریک دورۂ حدیث دارالعلوم حقانیہ)

تمہید | سورۃ الملک کا یہ پہلا رکوع ہے جسکی آپ کے سامنے تلاوت کی گئی ہے۔ اس کے متعلق آپ حضرات نے نوؔ درس سن لئے ہیں۔ یکم رمضان المبارک سے یہ درس شروع کیا گیا تھا۔ اور کل ورمضان شریف کو اس کی تفسیر ختم ہوگئی تھی۔ علوم دینیہ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے سرسری طور پر جو مسائل اور احکام ان آیاتِ کریمہ سے متعلق میری سمجھ میں آتے رہے وہ میں نے کوشش کی کہ تفصیل سے آپ کی خدمت میں عرض کر دوں۔ سرسری طور پر میں نے اس لئے کہا کہ یہاں کتابوں کا ذخیرہ تو میرے پاس ہے نہیں جنہیں مطالعہ کرتا اور اکابر علماء کی تحقیقات آپ کے سامنے پیش کرتا۔

یہ تو آپ کا دینی شوق ہے۔ کہ میرے جیسے ایک طالب علم کی باتیں بھی غور سے سنتے رہے۔ اگر آپ اکابر علماء کی مجلس میں تشریف لے جاویں اور بزرگانِ دین اس سلسلہ میں جو ذخیرہ ہمارے پاس چھوڑ گئے ہیں اسے سنیں تو آپ کا دل ہی باغ باغ ہو جاوے۔

اسلاف کا تفسیری شوق | امام رازیؒ نے اپنی تفسیر مفاتیح الغیب میں لکھا ہے کہ صرف سورۃ فاتحہ سے دس ہزار مسائل نکالے جاسکتے ہیں ـــــ اور فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی مبالغہ بھی نہیں۔ ملا معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی زبان میں ایک تفسیر لکھی ہے تفسیر اسرار الفاتحہ یہ پانسو صفحات پر مشتمل ہے۔ اور صرف سورۃ فاتحہ ہی کی تفسیر ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے الشہاب الثاقب میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ ابن عربیؒ نے

ایک تفسیر لکھنی شروع کی تھی، اتنی جلد لکھ پائے تھے کہ داعی اجل کا بلاوا آگیا اور آپ ملاء اعلیٰ سے جا ملے۔ تفسیر مکمل نہ ہوسکی۔ بلکہ صرف سورۃ کہف تک پہنچی تھی۔

علامۃ العصر حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کی یادگار اور تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ نے مشکلات القرآن کے مقدمہ میں لکھا ہے۔ کہ صاحب ہدایہ کے استاد نے ایک تفسیر لکھی ہے۔ جو ہزار جلدوں سے بھی اوپر تک پہنچ گئی ہے ــــ یہ لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس مبارک کام کے لئے چن لیا تھا ــــ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ جس طرح تمام کتب سماویہ کا نچوڑ قرآن مجید میں ہے۔ اور اسی لئے اسے مھیمناً علیہ فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح تمام قرآن مجید کا خلاصہ سورۂ فاتحہ میں آگیا ہے۔ اور سورۃ فاتحہ کا پورا حاصل صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں آیا ہوا ہے۔ اور بسم اللہ کا حاصل حرف با میں ہے تو گویا تمام قرآن مجید بلکہ تمام کتب سماویہ حرف با ہی کی تفسیر ہے۔ ــــ ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات شرح مشکوٰۃ شریف میں یہ جملہ نقل فرمایا ہے ــــ کہ العلم نقطۃ کثرھا الجاھلون۔ یعنی بس علم تو ایک نقطہ ہی میں آگیا ہے۔ یہ نہ سمجھنے والوں ہی کی خاطر اتنی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

اور سچ تو یہ ہے کہ ہم کو تو ان نہ سمجھنے والوں کا ہی ممنون احسان ہونا چاہئے جن کی طفیل ہمیں قرآن مجید کے تیس پارے اور حدیث پاک کا اتنا بڑا ذخیرہ مل گیا۔ والحمد للہ ــــ اور کچھ بعید نہیں کہ الجاہلون سے مراد انسان ہوں کیونکہ انہ کان ظلوما جہولا انہی کے حق میں کہا گیا ہے۔ تو کثرھا الجاھلون کے معنی یہ کیوں نہ لئے جاویں کہ انسان ہی کے خاطر رب کریم نے اسے اتنی تفصیل سے بیان فرما دیا ہے۔
اخبار الاخیار میں الشیخ عبدالکریم جیلی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے۔ کہ انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر لکھی اور چونکہ یہ انیس ۱۹ حرف ہیں۔ اس لئے ان کی تفسیر بھی انیس ۱۹ ہی جلدوں میں ختم ہوئی۔

بہر حال اسلاف کرام رحمہم اللہ تعالیٰ تفسیر قرآن شریف کے سلسلہ میں جو دینی ذخیرہ ہمارے لئے چھوڑ کر گئے ہیں، وہ تو بہت ہی وسیع ہے۔ ہم تو ان کے دریائے علم سے ایک قطرہ بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ توفیق بخشی ہے۔ اگر وہ اسے قبول فرمالیں اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخش دیں تو یہ بہت بڑا انعام ہے۔

زمانہ نزول کے لحاظ سے آیات اور سُوَر کی قسمیں اور حفاظت قرآن کریم میں قدرت کی خاص عنایت

سو پہلی بات میں نے یہ عرض کی تھی کہ یہ سورت مکی ہے۔ یعنی ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ یہ بات آپ کے ذہن میں رہنی چاہئے۔ کہ زمانۂ نزول کے لحاظ سے قرآن مجید کے سُوَر اور آیات کی کئی قسمیں

ہیں۔کچھ مکی ہیں مکی ان آیات یا سورتوں کو کہا جاتا ہے ۔ جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہیں ۔ چاہے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہوں یا کہیں باہر جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ دین کے لئے کسی سفر پر تشریف لے گئے تھے ۔ اور اسطرح کچھ مدنی ہیں ۔ مدنی سورتیں یا مدنی آیات وہ ہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے کے بعد نازل ہوئیں چاہے مدینہ طیبہ میں اور چاہے اس سے باہر جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں جہاد کے سلسلہ میں تشریف لے گئے تھے ۔

علیٰ ہذا القیاس کچھ لیلی ہیں جو رات کو نازل ہوئیں ۔ جیساکہ سورۃ اذازلزلت کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ یہ نصف رات گذرنے کے بعد نازل ہوئی ۔ اور اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ اپنے دارالعلوم کے طالب علموں کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو سنا دی ۔

اسی طرح غزوہ تبوک میں جو تین مخلصین رض رہ گئے تھے اور جن کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دنوں تک بائیکاٹ کا حکم دیا تھا ۔ ان کے معافی کے سلسلہ میں جو وحی نازل ہوئی تو وہ بھی رات کے آخری حصہ میں نازل ہوئی ۔ جبکہ آپ تہجد سے فارغ ہوئے اور علی الصبح ہی ان کو خوشخبری سنائی گئی ۔ اسی طرح اور بھی جو آیتیں رات کو نازل ہوئیں وہ لیلی کہلاتی ہیں ۔ اور جو آیتیں دن کو نازل ہوئیں وہ نہاری کہلاتی ہیں ۔ اسی طرح کچھ شتوی ہیں جو موسم سرما میں نازل ہوئیں ۔ اور کچھ صیفی ہیں جو گرمیوں میں نازل ہوئیں ۔ علیٰ ہذا القیاس بعض حضری ہیں جو اس وقت نازل ہوئیں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں یا مدینہ منورہ میں مقیم رہتے تھے ۔ اور بعض سفری ہیں یعنی وہ آیتیں جو اس وقت نازل ہوئیں جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر پر تشریف لے گئے ہوتے ۔ تبلیغ کے لئے یا جہاد کیلئے جسطرح کہ تیمم کی آیت اسوقت نازل ہوئی جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے ۔ نماز کا وقت آ گیا پانی موجود نہیں تھا ۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو وضو کی فکر ہوئی ۔ بدر میں طہارت کے لئے صحابہ کی پاک جماعت فکرمند ہوئی تو آسمان سے بارش کو نازل فرمایا وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ ۔ اب یہاں پریشانی ہوئی تو پوری امت کو اس یُسر و سہولت میں ان کے ساتھ شامل فرما کر فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا ۔ (پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم کر لیا کرو) کا حکم نازل فرما دیا ۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بھی کیا عجیب وغریب شان تھی جن کے طفیل سے امت مرحومہ پہ کیا کیا برکتیں نازل ہوتی رہیں ۔ والحمد للہ ——— بہرحال زمانہ نزول کے لحاظ سے قرآن مجید کی آیات اور سورتوں کی کئی قسمیں ہیں ۔

یہ سورت صحیح روایت کے مطابق مکی ہے ——— اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ دیکھئے

اللہ تعالیٰ نے کس حد تک قرآن مجید کی حفاظت کرائی ہے۔ کہ کلمات اور حروف حرکات اور سکنات تو بجائے خود رہے۔ آج چودہ سو سال کے بعد بھی اگر ہم اور آپ چاہیں تو یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ یہ سورت کب اتری، کہاں اتری اور کسطرح اتری۔ والحمد للہ۔

دوسری بات سورت ہذا کی فضیلت | اس سورت کی فضیلت سے متعلق بھی میں نے چند حدیثیں سنائی تھیں۔ ان میں ایک یہ بھی تھی جسے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اپنی تالیف تفسیر عزیزی میں نقل فرمایا ہے۔ اور وہ یہ کہ ابن مسعودؓ کی روایت میں آیا ہے۔ کہ جب مردہ کو قبر میں رکھدیا جاتا ہے۔ اور عذاب کے فرشتے آنے لگتے ہیں۔ تو یہی سورت ان کو روکنے کے لئے کھڑی ہو جاتی ہے۔ اگر وہ پاؤں کیطرف سے آنا چاہیں تو یہ سورت کہتی ہے۔ اسطرف سے تو ہرگز نہیں آنے دونگی کیونکہ اس شخص نے مجھے نماز میں پاؤں پہ کھڑا ہو کر پڑھا تھا۔ اگر وہ سر کی طرف سے آنا چاہیں تو یہ کہتی ہے۔ اس جانب سے بھی نہیں آنے دونگی کیونکہ یہ خدا کا بندہ مجھے زبان سے پڑھا کرتا تھا۔ اور اگر وہ فرشتے عذاب دینے کے ارادہ سے دائیں بائیں آنا چاہیں تو بھی یہ روک دیتی ہے کہ اس شخص نے مجھے اپنے سینہ میں محفوظ کیا ہوا تھا ـــــ اس کو یوں سمجھئیں کہ جسطرح انسان سے کوئی بدپرہیزی ہو جاتی ہے۔ مثلاً کوئی ہلک زہر کچلا، سنکھیا، وغیرہ کھا لیتا ہے۔ تو اس کا اصل اثر اگرچہ ہلاکت اور خرابی ہے۔ لیکن دودھ، گھی وغیرہ دافع اشیاء سے اس کا طبی اثر زائل کر لیا جاوے۔ یا بالفاظ دیگر بروقت اسے طبی امداد پہنچ جائے تو وہ ہلاکت سے بچ جاتا ہے۔ اسی طرح معاصی اور نافرمانیوں کا اصل اثر تو معذب ہونا ہی ہے۔ لیکن بہت سی نیکیاں اور حسنات اس کے دفعیہ کا سبب بھی بن جاتی ہیں۔ قال تعالیٰ ان الحسنات یذھبن السیآت۔ بیشک نیکیاں برائیوں کا "اثر" زائل کر دیتی ہیں ـــــ اسی طرح یہ وہم بھی نہ کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ کو اس کا علم تھا۔ کہ اس نے مثلاً تلاوت سورۃ الملک کی نیکی کی ہوئی ہے۔ اور اس سے بعض معاصی کا اثر جو عذاب قبر کی شکل میں اسے ملنے والا تھا وہ دفع ہو گیا ہے۔ تو فرشتوں کو بھیجا ہی کیوں گیا۔ جواب یہ ہے۔ کہ عذاب ٹالنے والی تو واقعی صرف اللہ ہی کی ذات پاک ہے۔

ارشاد خداوندی ہے؛ وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو ـــــ اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہیں۔ تو اسے کوئی بھی دور نہیں کر سکتا۔ الآیہ ـــ کہ وہ خود ہی معاف فرماویں گے لیکن جسطرح حسی تکالیف کو دور فرمانے کیلئے عالم اسباب میں کچھ ظاہری اسباب مقرر فرما دئے ہیں۔ پیاس بجھانے کے لئے پانی، بھوک دور کرنے کے لئے کھانا کھا لینا۔ بیماری کو دفع کرنے کے لئے مختلف دوائیاں۔ اسی طرح روحانی اور غیر مرئی تکالیف "عذاب" کو دور کرنے کے لئے بھی کچھ معنوی اسباب

مقرر فرمادئے ہیں، مثلاً ایمان، نماز، روزہ اور دیگر اعمال صالحہ ان میں سے ایک شفاعت بھی ہے۔ شفاعت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنا عذاب دفع فرمادیں تو اس میں اس شفیع یعنی شفاعت کرنیوالے نبی یا ولی حافظ اور عالم صالح وغیرہم کی عزت اور بارگاہ الٰہی میں ان کا مقام ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہاں بھی اس سورۃ پاک سورۃ الملک کی فضیلت کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ اس لئے اس قابل مواخذہ اور مستحق عذاب میت کو معاف کرنے کی یہ صورت اختیار فرمائی گئی۔ کہ بوجہ اسکی کوتاہیوں کے ملائکہ عذاب کو بھیجا تو گیا تاکہ اس کا مستحق ملامت ہونا ظاہر ہوجاوے۔ لیکن سورۃ الملک کی شفاعت سے اسے رہا کر دیا گیا تاکہ اس سورت کی فضیلت ظاہر ہوجاوے۔ اور لوگ کلام الٰہی کی تلاوت سے عشق و محبت کرتے رہیں۔ جس سے ایک طرف خود وہ عذاب الٰہی سے بچ سکیں اور دوسری جانب کلام الٰہی سے متعلق وانالہ لحافظون کا وعدہ ازلیہ پورا ہوسکے۔

عالم مثال اور زبانی تلاوت کا مطلوب ہونا اسی روایت کے ضمن میں دو اور اہم مسئلے بھی عرض کئے گئے تھے۔ ایک عالم مثال کی بحث یعنی یہ کہ عالم اجسام کے علاوہ معانی اور ارواح کا صورت مثالیہ میں متمثل ہو کر نظر آجانا بھی ممکن ہے۔ دیکھئے اس روایت میں بتلایا گیا ہے کہ سورۃ الملک ملائکہ عذاب کو روکنے کے لئے کھڑی ہوجاتی ہے۔ پھر وہ ان کے ساتھ ہمکلام بھی ہونے لگتی ہے۔ اس سے زیادہ صریح بعض دوسری سورتوں کے متعلق روایات میں آیا ہے۔ کہ وہ پرندوں کی صف کی شکل میں ظاہر ہوں گی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے التکشف میں عالم مثال اور تمثل ارواح وغیرہ کو مختلف حدیثوں سے ثابت فرمایا ہے ——— میں نے دوران درس میں صحیح روایات سے اس کے کئی واقعات عرض کر دئے تھے جن میں شہداء کو متمثل اور متجسد بہ صورت مثالی دیکھا گیا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تالیفات میں ذکر فرمایا ہے کہ جب انگریزوں اور مسلمانان افغانستان کے درمیان جھڑپ ہوئی، بعض مجاہدین رات کو ایک پہاڑی پر ایک مسجد میں گئے وہاں دیکھا کہ لوگ باجماعت نماز میں مشغول ہیں۔ یہ غازی بھی ان کے ساتھ شریک ہونے لگے تو ان میں سے ایک صاحب نے فرمایا تم ہمارے ساتھ شریک نہ ہو ہم زندہ نہیں، شہداء کے ارواح ہیں۔ تملذذا نماز پڑھ رہے ہیں۔ ہم مکلف نہیں، تمہاری نماز ہمارے پیچھے ادا نہیں ہوگی ——— رسالہ دارالعلوم دیوبند میں ایک مضمون بعنوان "سید احمد شہیدؒ کے دیوبندی رفقاء" شائع ہوا ہے۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ایک دیوبندی شہیدؒ کے والد صاحب کو نماز تہجد کے بعد اپنے شہید بیٹے کی بیداری میں ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اپنا زخم کھول کر دکھایا، خون کا قطرہ ٹپکا تو صبح اسے اسی طرح اپنے مصلّٰی پہ خون کے دھبے

نظر آئے۔

شرح الصدور میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تین مجاہد بھائیوں کا ایک قصہ لکھا ہے۔ جو دور فاروقی میں پیش آیا۔ دو بھائیوں کو جلایا گیا۔ بلکہ جلتے تیل میں بھنا گیا۔ بقیۃ السار بھائی صاحب کو اللہ تعالےٰ نے استقامت بخشی اور جب وہ آزاد ہوا۔ اور اس کا نکاح ہونے لگا، تو اپنے دونوں شہید بھائیوں کو بجسد ہما یعنی صورت مثالیہ میں ان کی روح متمثل ہو کر مجلس نکاح میں دیکھا گیا۔

بعض مقامات پر بعض خوش نصیبوں کو خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی زیارت نصیب ہوئی اور بیداری ہی میں علامۃ العصر حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فیض الباری میں تصریح فرمائی ہے۔ کہ ویمکن رؤیتہ صلی اللہ علیہ وسلم لیقظۃ وانکارہ جہل — یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اب بھی بیداری میں ممکن ہے۔ اور اس کا انکار جہل ہے — علامہ سیوطیؒ بھی ان بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے بائیس ۲۲ دفعہ اور ایک روایت کے مطابق ستر ۷۰ دفعہ بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

دارالعلوم دیوبند کے جلسۂ دستاربندی میں جو کہ غالباً ۱۳۲۶ھ کو ہوا۔ اس موقعہ پر بھی بعض حضرات سے سننے میں آیا ہے کہ بعض اکابر نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ نے جب آخری رمضان شریف بانس کنڈی کے مدرسہ میں گذارا اور آپ کے ساتھ تقریباً پانسو علماء متوسلین اور مریدین کا اجتماع تھا، سنا گیا ہے کہ بہت سے خوش نصیب حضرات نے وہاں بھی بیداری ہی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

اکابرین دیوبند کے چمکتے ہوئے دامن ولایت پر بدعات کے دھبوں سے صاف وشفاف ہونے کے باعث جو شپرہ چشم نظر نہیں جما سکتے ان کے لئے اس قسم کے واقعات اور حقائق میں عبرت کا بہت بڑا سامان ہے۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

ضروری تنبیہ | البتہ یہاں اس پر تنبیہ کی خاص ضرورت ہے کہ یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ جہاں بھی اور جب بھی ذکر کی مجلس ہوگی، وہاں ضرور ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم متمثل ہو کر تشریف لاتے رہیں گے جسطرح کہ بعض لوگ اس خیال سے مجلس ذکر میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں۔ یہ جزئی واقعات ہیں۔ کسی نص میں بھی اس کو کلیہ کے طور پہ بیان نہیں فرمایا گیا — البتہ فرشتوں کا مجالس ذکر میں شامل ہونا جبکہ متواترات نہ ہوں روایات سے ثابت ہے۔ کما فی روایۃ ان اللہ ملائکۃ سیاحین یلتمسون مجالس الذکر۔ الخ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم — یعنی فرشتوں کی ایک جماعت اسی کام پہ لگی ہوئی

ہے۔ کہ وہ مجالس ذکر کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں۔

الفاظ کلام اللہ کی اہمیت | دوسرا مسئلہ اس کے ضمن میں تلاوت قرآن مجید کی اہمیت کا تھا۔ کہ دیکھئے اس روایت میں آیا ہے۔ کہ سورۃ الملک شفاعت کرتی ہوئی بارگاہ الٰہی میں عرض کرے گی۔ اے اللہ اس نے مجھے زبان سے پڑھا تھا اس لئے سر کی جانب سے فرشتگان عذاب کو نہیں آنے دوں گی —— اس پر اس لئے تنبیہ کرنا ضروری معلوم ہوا کہ آج جہاں اور بہت سے فتنے اٹھے ہوئے ہیں۔ وہاں ایک فتنہ یہ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب مطلب سمجھ میں نہیں آتا تو صرف الفاظ پڑھ لینے سے کیا فائدہ اور پھر کہتے ہیں کہ جب اس پر عمل نہیں تو پڑھ لینے بلکہ صرف سمجھ لینے سے بھی کیا فائدہ۔ خوب سمجھ لو یہ ایک دھوکہ ہے۔ بلاشبہ قرآن مجید پر عمل کرنا فرض ہے۔ لیکن اس کے الفاظ کو محفوظ رکھنا بھی ایک مستقل فرض ہے۔ کئی احکام ہیں جن کا تعلق صرف الفاظ قرآنی سے ہے۔ نماز کی صحت کو لے لیجئے۔ یہ صرف الفاظ قرآنی پر ہی موقوف ہے۔ آپ امام رازیؒ کی پوری تفسیر کبیر نماز میں پڑھ لیں۔ لیکن تین آیات کی تلاوت قصداً نہ کریں تو نماز ندارد —— الفاظ قرآنی کے محفوظ رہنے سے ہی تو دین تحریف سے بچا ہوا ہے۔ اگر الفاظ نہ رہیں تو اہل اہواء جسطرح بھی چاہیں دین پیش کر دیں۔ الفاظ کو سامنے رکھ کر ہی تو آپ تفسیر تاویل اور تحریف میں فرق کر سکتے ہیں۔

اسی طرح فاتوا بسورۃ من مثلہ کے اعلان سے دنیا بھر کو جو چیلنج دیا گیا ہے۔ یعنی اگر تمہیں قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے میں کچھ بھی شک وشبہ ہے اور تمہارا یہ خیال ہو کہ شاید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی گھڑا اور بنایا ہوگا، تو تم فصیح و بلیغ ہونے کے باوجود ایک سورۃ ہی سب مل ملا کر بنا لاؤ۔ اس چیلنج کا تعلق الفاظ قرآنی سے بھی ہے۔ اس پر میں نے کسی کتاب میں جس کا اسوقت حوالہ یاد نہیں رہا، ایک لطیفہ آمیز واقعہ بھی دیکھا ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک دفعہ کفار کے ایک وفد نے حاضر ہو کر قرآن مجید کے دو لفظوں کُبَّار اور هُزُوًا پر اعتراض کیا کہ ان دو لفظوں میں کچھ ثقل اور کراہت سمعی معلوم ہوتی ہے۔ جو کہ فصاحت کے منافی ہے اگر یہ خدا کا کلام ہوتا تو یہ دو لفظ اس میں نہ ہوتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اعتراض صحیح نہیں۔ اور ان دو لفظوں میں کوئی ثقل یا کراہت نہیں پائی جاتی۔ انہوں نے نہ مانا تو آپ نے فرمایا کوئی ثالث مقرر کرو جو اس کا فیصلہ کر دے۔ انہوں نے ایک بوڑھے تجربہ کار اور معمر مشہور بلیغ و فصیح شخص کا نام لیا جو غیر مسلم ہی تھا۔ آپؐ نے اسکو حکم تسلیم فرما لیا۔ وہ بلائے گئے۔ حضورؐ کی مجلس میں آئے سامنے ہی بیٹھنے لگے تو آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا بوڑھے میاں ذرا دائیں کو تشریف رکھیئے وہ اٹھا بیٹھک میں ضعف

اور بڑھاپے کی وجہ سے کافی تکلیف محسوس کر رہا تھا۔ لیکن آپ کے فرمانے سے کچھ سنبھلا اور دائیں جانب بیٹھنے لگا۔ وہیں بیٹھنے کے قریب ہی تھا کہ آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم بائیں جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا جناب ناراض نہ ہوں تو دائیں نہیں بلکہ بائیں جانب تشریف رکھئے۔ بڑے میاں بوڑھے تھے ہی بڑے آدمی بھی تھے اور پھر ثالث مقرر کئے جانے کی وجہ سے پوزیشن کا بھی خیال تھا اس لئے غصہ میں آکر سخت لہجہ میں کہنے لگے: أَتَتَّخِذُنِي هُزُوًا وَأَنَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ـــ کیا آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں۔ حالانکہ میں بہت بڑی عمر کی وجہ سے قابل احترام ہوں ـــ بیانات بھی نہیں ہوئے اور فیصلہ خود بخود ہو گیا۔ کہ جن الفاظ پر اعتراض تھا، ثالث اور مقبول الطرفین حکم کو خزانۂ لغت میں وہی ان معانی میں سب سے زیادہ فصیح الفاظ ملے۔ بہرحال اس معجزانہ فیصلہ کا تعلق بھی الفاظ قرآنی ہی سے ہے ـــ

اردو میں نماز قسم کے فتنوں کو کتنا ہی فریب دہ الفاظ کے لباس میں چھپایا جائے اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ لوگ ایک تو مسلمانوں کے صنوتی اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ الفاظ قرآنی کے بقاء کی وجہ سے تحریف دین میں جو زبردست رکاوٹیں موجود ہیں ان کو اپنے راستہ سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ واللہ متم نورہ ولو کرہ الملحدون۔

تیسری بات لفظ بیدہ کے متعلق کہی گئی تھی۔ اور وہ یہ کہ متشابہات کے دو قسم ہیں۔ ایک وہ جن کے لغوی معنی تو معلوم ہوں۔ لیکن وہ مراد نہ لئے جا سکتے ہوں۔ جیساکہ یہی لفظ ید اسی طرح لفظ وجہ لفظ ساق اور لفظ عین جو مختلف نصوص میں وارد ہیں کہ ان کے لغوی معنی تو معلوم ہیں۔ مگر وہ لئے نہیں جا سکتے۔ متاخرین نے دوسرے نصوص قطعیہ کے ساتھ تطبیق دینے کے لئے ان کی مناسب تاویلیں کی ہیں۔ کہ مثلاً وجہ سے ذات خداوندی مراد ہے۔ ید سے مراد قدرت وغیرہ ہے۔ اور متقدمین فرماتے ہیں کہ صاف لفظوں میں ہم کو یہی کہہ دینا چاہئے کہ لہ وجہ یلیق بشانہ اور اسی طرح لہ ید یلیق بشانہ یعنی منہ بھی ہے اور ہاتھ بھی ہیں۔ مگر گوشت پوست کے نہیں بلکہ ایسی وجہ اور ایسے ہاتھ جو اس ذات پاک کی شان کے لائق ہیں۔ اور متشابہات کی دوسری قسم وہ ہے کہ جن کے لغوی معنی بھی معلوم نہ ہوں، جسطرح کہ حروف مقطعات الم۔ الر وغیرہ ذالک ــــ حروف مقطعات کے متعلق سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ یہ سریانی زبان کے الفاظ ہیں۔ اور ان میں سورۃ کے تمام مضمون کیطرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جسطرح کہ مثلاً کتاب الطہارۃ لکھ دینے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ان دو اڑھائی سو صفحات میں صرف طہارۃ کے مسائل ہوں گے اور واقف کار

نماز روزہ کے مسائل ان اوراق میں نہیں ڈھونڈھے گا ـــــ بطور مثال حرف ص میں تبلایا گیا۔ کہ اس سورۃ میں تاریخی واقعات کا زیادہ ذکر ہوگا۔ اس لئے باقی مضامین مذکور بھی ہوں گے۔ تو وہ ضمناً آئیں گے ابریز میں حضرت موصوف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ سریانی زبان میں بسیط حروف وہی کام دیتے ہیں۔ جو عربی میں مرکب الفاظ مثلاً ہم یہاں عبداللہ سے جو کام لیتے ہیں۔ وہ صرف حرف عین سے یہی کام لیں گے۔ وغیر ذالک آپ نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ روح عموماً اسی زبان کو کام میں لاتی ہے۔ اور خواب میں بھی ان کا دعویٰ ہے کہ عموماً سریانی زبان میں اشارات سنے جاتے ہیں۔ اور اس لئے روحانیت کے مالک اصحاب ان کی تعبیر میں زیادہ کامیاب رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک بچہ ابتداء آفرینش میں سریانی زبان میں بولتا ہے۔ انہوں نے یہاں تک دعویٰ کیا ہے۔ کہ آغوں آغوں جو نوزائیدہ کے منہ سے نکلتا ہے۔ یہ بھی سریانی زبان میں اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

رہا یہ شبہ کہ قرآن مجید تو عربی مبین میں نازل ہوا ہے۔ پھر اس میں غیر عربی الفاظ کو کسطرح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ سو جواب یہ ہے۔ کہ بطور مثال کے اگر کوئی شخص یہ بولے کہ کل میں نے آپ کا خیر مقدم کیا تھا۔ اور آپ سے فلاں بات میں استصواب بھی کیا تھا۔ لیکن آپ بالکل ساکت اور صامت رہے۔ تو کیا آپ کو یہ تسلیم کرنے میں تردد ہوگا کہ یہ اردو بول رہا ہے۔ حالانکہ خیر مقدم، لیکن۔ استصواب، ساکت اور صامت یہ سب عربی الفاظ ہیں۔ معلوم ہوا کہ کسی عبارت میں دوسری زبان کے الفاظ آجانے سے یہ لازم نہیں آجاتا کہ وہ زبان ہی نہیں رہی۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اتقان میں اسکو ایک مستقل فصل میں بیان فرمایا ہے۔

اسی بحث کی ضمن میں میں نے ایک ضروری بات یہ بھی عرض کی تھی۔ کہ جسطرح متشابہات کا یہ حکم ہے۔ کہ چونکہ ان کا ظاہر نصوص قطعیہ محکمہ کے خلاف ہے۔ تو ہم اس کا علم اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دیں گے۔ اسی طرح بعض اکابر نے لکھا ہے۔ کہ اگر بعض بزرگوں سے کبھی ایسے اقوال یا احوال اور افعال صادر ہو جاویں جن کا ظاہر نصوص شرعیہ کے خلاف ہو تو اگر واقعی دوسرے دلائل سے ان کا صالح اور بزرگ ہونا ثابت ہو۔ مثلاً یہ کہ وہ واقعی ساری عمر تو متبع سنت اور صحیح العقیدہ رہا مگر کسی وقت اس سے کوئی قول یا فعل خلاف شرع صادر ہو گیا۔ تو اب اسے متشابہات کے قبیلہ سے سمجھتے ہوئے اس کہہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کہ عمل تو ہم نصوص شرعیہ پر ہی کریں گے۔ فلاں صاحب نے ایسا کیوں کہا یا کیا۔ بس ادب کی بات یہ ہے کہ ہم کہہ دیں کہ ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔ ـــــ غالباً حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسائل السلوک میں ایسا ہی تحریر فرمایا ہے۔

چوتھی بات ــــــ ایک اور بات جو عرض کی گئی تھی وہ بیدالملک سے متعلق ہے۔ ملک کہتے ہیں عالم اجسام کو یعنی فرش سے عرش تک۔ تو اس میں تصرف کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ نہ کہ کسی اور کو اور یہ حصر بیدہ کی تقدیم سے معلوم ہُوا ــــــ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تصرف اور اختیار کے دو قسم ہیں۔ تکوینی اور تشریعی۔ دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔ تکوینی تو جیسے کسی کو پیدا کرنا۔ زندہ رکھنا۔ صحت دینا۔ بیمار کرنا۔ عزت دینا۔ وغیر ذالک لوگ اسی طرح کے قطعی عقائد میں بھی بہت ہی غلو کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہہ گذرتے ہیں۔ کہ نعوذ باللہ ــ

اللہ کے پلڑے میں وحدت کے سوا کیا ہے۔

جو کچھ لینا ہے سے لیں گے محمدؐ سے

سننے والے ناسمجھ ہوتے ہیں دھوکہ میں آجاتے ہیں۔ کہ شاید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف ہو رہی ہے۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ جب ربِّ محمدؐ کی نعوذ باللہ توہین ہو رہی ہے۔ تو سرورِ کائنات محبوب ربّ العالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح خوش ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا کہ میری ایسی تعریف بھی نہ کرو جس سے میرے کسی اور بھائی یعنی نبیؑ کی توہین کا شبہ بھی ہوتا ہو۔ اس لئے فرمایا لا تفضلوا بین الانبیاءؑ۔ اور ہم اس قسم کے گستاخانہ کلمات استعمال کریں کہ خود اللہ جل مجدہٗ کی شان میں بھی معاذ اللہ گستاخی ہو رہی ہو۔ کوئی شک نہیں کہ ہمیں جو کچھ ملا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ملا۔ مگر دینے والے بہرحال رب کریم ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ انما انا قاسم واللّٰہ یعطی۔ دینے والے اللہ پاک ہی ہیں میں تو تقسیم کرنے والا ہوں۔ اور ہم کہیں کہ اللہ کے پلڑے کچھ ہے ہی نہیں انا للہ ــــــ بہرحال تکوینی تصرف کے اختیار کے تو یہ معنی ہوئے جو عرض کئے گئے اسی طرح تشریعی تصرف بھی صرف اسی کا حق ہے۔ تشریع کے معنی یہ سمجھیں کہ زندگی گذارنے کا ضابطہ تو یہ بھی صرف اسی کا حق ہے۔ آج کوئی سمجھتا ہے۔ یہ شخص کا حق ہے۔ کوئی کہتا ہے جمہور کا ہے۔ اسلام کا اعلان یہ ہے۔ کہ یہ صرف اسی مالک الملک کا حق ہے۔ جس کے ہاتھ میں تمہاری موت اور حیات ہے۔ الا لہ الخلق والامر غضب ہے کہ آج وہ لوگ بھی جو قانون سازی اللہ پاک کا حق سمجھتے ہیں فیصلہ کرنے کا آخری اختیار اسمبلی کی اکثریت کو دیتے ہیں۔ اور اسلامی نظام قائم کرنے کے بعض مدعی بھی اسی پہ نہ صرف یہ کہ صاد کر دیتے ہیں۔ بلکہ از خود اسکی سفارش کر دینے سے بھی نہیں جھجکتے۔ عجیب اسلام ہے۔ اور عجیب اسلامی نظام۔ (باقی آئندہ)